# مقالات

## دعوت حق کے مراحل

از جناب مولانا امین احسن صاحب اصلاحی

ہر دعوت حق کو کامیابی کی آخری منزل تک پہنچنے کے لیے بالعموم تین مرحلوں سے گذرنا پڑتا ہے۔

——— دعوت

——— ہجرت

——— جنگ

اس زمانہ میں لوگ زیادہ تر صرف یورپ، امریکہ، روس اور ترکی وغیرہ کے انقلابات سے واقف ہیں اس وجہ سے سمجھتے ہیں کہ جو مرحلے ان انقلابات میں پیش آئے ہیں وہی ہر انقلاب میں پیش آتے ہیں اور جو طریقے ان انقلابات میں آزمائے جا چکے ہیں وہی ہر انقلاب میں کارگر ہو سکتے ہیں۔ حالانکہ یہ ایک غلط فہمی ہے جس میں لوگ محض اس وجہ سے مبتلا ہیں کہ ان کے سامنے خالص اسلامی طرز کے کسی انقلاب کی تاریخ نہیں ہے ورنہ انھیں معلوم ہوتا کہ حضرات انبیائے کرام یا ان کے طریق پر کام کرنے والوں کی رہنمائی میں جو انقلاب برپا ہوتے ہیں ان کی خصوصیات ان انقلابات کی خصوصیات سے بالکل مختلف ہیں جو مجرد سیاسی طرز کی تحریکات سے برپا ہوتے ہیں۔ اس غلط فہمی کو دور کرنے کے لیے ہم خالص اسلامی انقلاب کے مختلف مدارج اور اس کے ہر درجہ کی خصوصیات اور تقاضوں پر یہاں بالاجمال گفتگو کریں گے۔

۱۔ پہلا مرحلہ دعوت کا مرحلہ ہے۔ ابتدا میں دعوت کا خطاب جس طبقہ کی طرف ہوتا ہے وہ ارباب اقتدار کا طبقہ ہے لیکن یہ طبقہ اپنی حالت پر بالکل مطمئن اور اپنی دلچسپیوں میں نہایت مگن ہوتا ہے اس وجہ سے شروع شروع میں یہ لوگ دعوت کی طرف کوئی توجہ نہیں کرتے۔ داعی ہر پہلو سے وقت کے نظام فکر، نظام اخلاق اور نظام سیاست

و معاشرت کی غلطیوں کی نشاندہی کرکے اس انجام کو سامنے لاتا ہے جس سے بالآخر اس باطل نظام کو دوچار ہونا ہے لیکن بظاہر یہ گاڑی تیزی سے چل رہی ہوتی ہے اس وجہ سے وقت کے ارباب کار کے لیے یہ باور کرنا مشکل ہوتا ہے کہ اس گاڑی کے دھرے ٹوٹے ہوئے ہیں اور یہ جلد کسی کھڈ میں گر کے رہے گی۔ جب ظاہری حالات سازگار ہوں تو غافلوں کو کسی نظام کی باطنی کمزوریوں سے متنبہ کرنا کچھ آسان کام نہیں ہے۔ وہ اپنی غفلت اور سرمستی کی وجہ سے نہ صرف یہ کہ اپنی کمزوریوں اور خرابیوں کی طرف کوئی توجہ نہیں کرتے بلکہ ان کمزوریوں اور خرابیوں کو خوبی اور کمال کا نام دے لیتے ہیں اور ان لوگوں کو احمق اور بے وقوف بناتے ہیں جو ان کو خرابی اور برائی کہتے ہیں۔ یہ لوگ جس فلسفہ پر کاربند ہوتے ہیں وہ فلسفہ سرے سے کسی چیز کے لیے کوئی اخلاقی بنیاد تسلیم ہی نہیں کرتا۔ ان کے نزدیک ساری دنیا یا تو بخت و اتفاق کا ایک کرشمہ ہے یا مجرد طاقت کے محور پر گھوم رہی ہے اس وجہ سے وہ ساری موعظت ان کو لاطائل اور بے معنی معلوم ہوتی ہے جو ایک داعی حق ان کے سامنے پیش کرتا ہے۔ ان کے بام بلند تک اول تو غریب داعی کی آواز پہنچتی ہی نہیں اور اگر پہنچتی ہے تو وہ اس کو ایک صدائے بے ہنگام قرار دے کر بدستور اپنی دلچسپیوں میں منہمک رہتے ہیں۔ نہ انھیں اپنے فکر میں کوئی خرابی نظر آتی نہ اپنے نظام میں کسی خلا کا احساس ہوتا۔ بڑی چیخ پکار کے بعد اگر ان میں سے کوئی اپنے خواب خرگوش سے بیدار ہوتا بھی ہے اور اس کو داعی کی کوئی بات اپیل کرتی بھی ہے تو یا تو کبر و خود پرستی کا نشہ اس کو سچائی کے اقرار سے روک دیتا ہے یا پھر مفاد پرستی اور خود غرضی کی مصلحت غالب آکر اس کو سلا دیتی ہے۔ البتہ اس چیخ پکار سے وہ لوگ ضرور متاثر ہو جاتے ہیں جو سلیم الفطرت ہوتے ہیں اور وقت کے نظام باطل سے یا تو خود بیزار ہوتے ہیں یا کم از کم اس کے ساتھ کوئی مفاد پرستانہ وابستگی نہیں رکھتے۔ یہ لوگ اس دعوت کو قبول کرنے کے لیے بڑھتے ہیں۔ یہ زیادہ تر غریب لوگ ہوتے ہیں جو نہ سیادت و قیادت کے پندار میں مبتلا ہوتے ہیں، نہ ان کے سامنے اغراض اور مفاد کی حفاظت کا سوال ہوتا، اور نہ ان کے اندر اپنے وقت کے نظام کی حمایت کے لیے کوئی بیجا عصبیت ہوتی۔ یہ ان اسباب و وسائل سے ایک بڑی حد تک محروم ہوتے ہیں جو فتنے میں ڈالنے والے ہیں اس وجہ سے ان کے دل مردہ نہیں ہوتے ہیں بلکہ کچھ رمق باقی ہوتی ہے، اور تھوڑی سی تحریک سے ان کے اندر زندگی کی لہر دوڑ جاتی ہے۔ اس گروہ میں سے اول اول حق کی طرف وہ لوگ سبقت کرتے ہیں جو جوان عمر اور جوان ہمت ہوتے ہیں،

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے متعلق قرآن میں تصریح ہے کہ ان کی دعوت پر سب سے پہلے ان کی قوم کے کچھ نوجوان ایمان لائے۔ کم و بیش یہی صورت حال آنحضرت صلعم کی دعوت میں بھی پیش آئی۔ آپ کی بعثت کے ابتدائی دور میں جو لوگ ایمان لائے ان میں زیادہ تر نوجوان ہی تھے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ نوجوانوں کے خون میں حرارت اور ان کے اخلاق میں قوت ہوتی ہے۔ ان کی حمیت و غیرت کچھ تو طبعاً بیدار رہتی ہے کچھ آسانی سے بیدار کی جا سکتی ہے۔ یہ مخالفتوں سے بہت کم مرعوب ہوتے ہیں اور مصلحتوں کو بہت کم خاطر میں لاتے ہیں۔ یہ جب کسی بات کا حق ہونا محسوس کر لیتے ہیں تو انھیں اس بات کی پروا نہیں ہوتی کہ اس کے قبول کر لینے کے بعد انھیں جانی و مالی مصائب سے دوچار ہونا پڑے گا۔ وہ ان ساری باتوں سے بالکل بے پروا ہو کر اس کو قبول کرتے ہیں اور مصائب کی تلخی ان کے جوش کو سرد کرنے کے بجائے اور زیادہ تیز کرتی ہے۔

دعوت کے اس ابتدائی دور میں اہل حق کو جو آزمائشیں پیش آتی ہیں وہ وقت کے ارباب اقتدار کی پیدا کردہ نہیں ہوتیں۔ ارباب اقتدار جیسا کہ ہم نے عرض کیا، شروع شروع میں دعوت اور داعی کا سرے سے کوئی نوٹس ہی نہیں لیتے۔ اس ابتدائی دور میں ساری مشکلیں اور مزاحمتیں آدمی کے اپنے قریبی ماحول سے سر اٹھاتی ہیں۔ اس دور میں باپ بیٹے، ماں اور بیٹی، بھائی اور بھائی، چچا اور بھتیجے، ماموں اور بھانجے، بیوی اور شوہر، خادم اور آقا، مالک اور غلام، استاد اور شاگرد کی جنگ برپا ہوتی ہے۔ باپ بیٹوں کو قبول حق سے روکنے کے لیے ساری نرم و گرم تدبیریں استعمال کرتے ہیں۔ ان کو اپنے حقوق اور اپنی دیرینہ توقعات یاد دلاتے ہیں، اپنی مالی [illegible] اور بڑھاپے کا حوالہ دیتے ہیں، ان کی اپنی ذمہ داریاں اور فرائض سامنے لاتے ہیں۔ اس راہ کے خطرات و مصائب ایک ایک کر کے گناتے ہیں۔ خاندان کی تباہی کا رونا روتے ہیں، امیدوں کی بربادی کا ماتم کرتے ہیں اور سب سے آخر میں گھر سے نکال دینے اور جائداد سے محروم کر دینے کی دھمکی دیتے ہیں اور بس چلتا ہے تو ایذا رسانی اور زد و کوب پر اتر آتے ہیں۔ یہ سب کچھ کس لیے؟ اس لیے کہ بیٹے نے اگر کسی حق کے قبول کرنے کا ارادہ کیا ہے تو اس سے باز آ جائے اور اگر قبول کر لیا ہے تو اس سے برگشتہ ہو جائے۔ اسی سے ملتا جلتا رویہ ماں کا بیٹی کے ساتھ، بھائی کا بھائی کے ساتھ، چچا کا بھتیجے کے ساتھ، ماموں کا بھانجے کے ساتھ، بیوی کا شوہر کے ساتھ، آقا کا خادم کے ساتھ، مالک کا غلام کے ساتھ اور استاد کا شاگردوں

کے ساتھ ہوتا ہے۔ جو جس نوعیت سے جس کے اوپر اقتدار رکھتا ہے اس اقتدار کو حق سے پھیرنے کے لیے استعمال کرتا ہے اور جس کے جس طرح کے بھی نسبی، شرعی، اور اخلاقی حقوق کسی پر ہوتے ہیں ان کی قیمت وہ صرف یہ مانگتا ہے کہ ان کے معاوضہ میں وہ اس کے اختیار کیے ہوئے باطل کو پوجتا رہے اور اس کے حقوق کے احترام میں سب سے بڑے حق والے —— خدا سے بغاوت کرے۔

اس دور کی مشکلات کا بیان، قرآن مجید میں، سورہ عنکبوت میں ہوا ہے۔ اور ساتھ ہی ان کے حل کے لیے جو اصولی ہدایات درکار ہیں وہ بھی بیان کر دی گئی ہیں۔ ہمارے لیے زیادہ تفصیل میں جانے کا موقع نہیں ہے اس لیے صرف ضروری اشارات پر قناعت کریں گے۔ اس سلسلہ میں سب سے پہلی اصولی بات یہ بیان فرمائی گئی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جھوٹوں اور سچوں میں امتیاز کرنے کے لیے یہ قانون ٹھیرایا ہے کہ اہل حق مختلف قسم کی مشکلوں میں ڈال کر آزمائے جاتے ہیں کہ وہ اپنے دعوئے حق میں جھوٹے ہیں یا سچے ہیں اس وجہ سے انھیں آزمائشوں سے آزردہ اور بددل نہیں ہونا چاہیے بلکہ خندہ جبینی سے ان کا مقابلہ کرنا چاہیے اور اس بات کا اطمینان رکھنا چاہیے کہ اس آزمائش کے کورس سے گزرنے کے [illegible] نہیں ہوتی:

الٓمٓ ۚ أَحَسِبَ النَّاسُ أَن يُتْرَكُوٓا أَن يَقُولُوٓا آمَنَّا وَهُمْ لَا يُفْتَنُونَ ۔ وَلَقَدْ فَتَنَّا الَّذِينَ مِن قَبْلِهِمْ فَلَيَعْلَمَنَّ اللَّهُ الَّذِينَ صَدَقُوا وَلَيَعْلَمَنَّ الْكَاذِبِينَ
(عنکبوت - ۱-۳)

الٓمٓ۔ کیا لوگوں نے یہ خیال کر رکھا ہے کہ وہ بس یہ کہنے پر چھوڑ دیے جائیں گے کہ ہم ایمان لائے اور ان کی جانچ نہ ہوگی؟ اور ہم نے ان سے پہلے والوں کو جانچا [illegible] معلوم کرے گا ان لوگوں کو جو سچے ہیں اور ان لوگوں کو جو جھوٹے ہیں۔

اس کے بعد اس مزاحمت کے بارہ میں اصولی ہدایت دی جو والدین کی طرف سے اہل حق کو پیش آتی ہے (اور یہی ہدایت ان تمام حالات پر منطبق ہوگی جہاں قبول حق میں مزاحمت کرنے والے یا اس سے پھیرنے والے والدین ہی کی سی منزلت میں ہوں)۔ فرمایا:

وَوَصَّيْنَا الْإِنسَانَ بِوَالِدَيْهِ حُسْنًا ۖ وَإِن جَاهَدَاكَ لِتُشْرِكَ بِي

اور ہم نے انسان کو والدین کے ساتھ حسن سلوک کی ہدایت کی ہے۔ اور اگر وہ تجھ پر دباؤ ڈالیں کہ تو کسی ایسے کو

مَا لَيْسَ لَكَ بِهِ عِلْمٌ فَلَا تُطِعْهُمَا۔ (عنکبوت - ۸)

یا ایسا بھی ٹھیرائے جس کے بارہ میں تجھے علم نہیں ہے تو تو ان کی بات نہ مان۔

یعنی خدا کے حقوق چونکہ والدین کے حقوق سے بڑے ہیں اس وجہ سے جہاں تک خدا کی اطاعت کا تعلق ہے اس میں والدین کی کسی درجہ میں بھی پروا کرنا جائز نہیں ہے۔

اس سلسلہ میں والدین اور بزرگوں کی اس جذباتی دلیل کا جواب بھی دیا جو وہ بالعموم نوجوانوں سے کیا کرتے ہیں کہ تم ہمارے مشورہ پر چلتے رہو اگر تم اس کو باطل سمجھتے ہو تو عذاب و ثواب ہم بھگت لیں گے، تم پر اس کی ذمہ داری نہیں ہے:

وَقَالَ الَّذِينَ كَفَرُوا لِلَّذِينَ آمَنُوا اتَّبِعُوا سَبِيلَنَا وَلْنَحْمِلْ خَطَايَاكُمْ وَمَا هُم بِحَامِلِينَ مِنْ خَطَايَاهُم مِّن شَيْءٍ إِنَّهُمْ لَكَاذِبُونَ۔ وَلَيَحْمِلُنَّ أَثْقَالَهُمْ وَأَثْقَالًا مَّعَ أَثْقَالِهِمْ وَلَيُسْأَلُنَّ يَوْمَ الْقِيَامَةِ عَمَّا كَانُوا يَفْتَرُونَ۔ (عنکبوت - ۱۲-۱۳)

اور کہتے ہیں وہ لوگ جنہوں نے کفر کیا ان لوگوں سے جو ایمان لائے، تم ہمارے طریق پر چلتے رہو اور ہم تمہاری غلطیوں کے ذمہ دار ہیں، حالانکہ وہ ذرا بھی ان کی غلطیوں کا بوجھ نہیں اٹھائیں گے وہ بالکل جھوٹے ہیں، وہ اپنے بوجھ اٹھائیں گے اور اپنے بوجھ کے ساتھ کچھ اور بوجھ بھی، اور قیامت کے دن ان سے اس بات کی بازپرس ہوگی جو وہ گھڑ رہے ہیں۔

(۱۱) اصولی ہدایات کے بعد تین اولوالعزم انبیاء — حضرت نوح، حضرت ابراہیم، حضرت لوط علیہم السلام — کی مثالیں پیش کی ہیں جن سے عملی طور سے اس حقیقت کو واضح کرتے ہیں کہ ایک بندۂ حق کو اپنے قریب ترین اور محبوب ترین رشتہ داروں کی مزاحمت کے مقابل میں کیا رویہ اختیار کرنا چاہیے اور حق کی خاطر رشتہ کی محبت و عصبیت سے کس طرح بے نیاز ہو جانا چاہیے۔ سب سے زیادہ محبوب اور عزیز رشتے تین ہیں۔ بیٹے کا رشتہ، باپ کا رشتہ، بیوی کا رشتہ۔ حضرت نوح علیہ السلام نے حق کی محبت میں بیٹے جیسی محبوب چیز کے لیے اپنا کلیجہ پتھر کا بنا لیا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اس حق کے لیے باپ جیسی شفیق اور محترم ہستی سے اپنی علیحدگی کا اعلان کیا۔ حضرت لوط علیہ السلام نے اسی حق کی خاطر بیوی جیسی محبوب چیز کو چھوڑا۔ بقیہ سارے رشتے ان تینوں رشتوں کے تابع اور احترام و محبت میں ان سے فروتر ہیں تو جب حق کی خاطر ان پر قینچی

چلا دینے کا حکم ہوا اور بندگان حق نے اس سے دریغ نہیں کیا تو دوسرے رشتوں اور ناتوں کا کیا ذکر!

ان مثالوں کو پیش کرنے کے بعد یہ بات بھی واضح کر دی کہ اگرچہ ان خون اور رحم کے رشتوں کو کاٹ دینا اپنے بھرے گھر کو اپنے ہاتھوں اجاڑنا ہے لیکن جو لوگ حق کی محبت میں یہ بازی کھیلنے کے لیے آمادہ ہو جاتے ہیں اور جی کڑا کر کے کھیل جاتے ہیں اللہ تعالیٰ ان کے اجڑے گھر کو پھر بساتا ہے اور جو کچھ وہ کھوتے ہیں اس سے کئی گنا زیادہ تو اس دنیا میں پاتے ہیں باقی رہیں آخرت کی نعمتیں اور برکتیں تو وہ مزید برآں ہیں۔ چنانچہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ہجرت کا ذکر کرتے ہوئے اس کی برکتوں کا ذکر ان الفاظ میں فرمایا ہے:-

وَوَهَبْنَا لَهٗ اِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ وَجَعَلْنَا فِيْ ذُرِّيَّتِهِ النُّبُوَّةَ وَالْكِتٰبَ وَاٰتَيْنٰهُ اَجْرَهٗ فِي الدُّنْيَا وَاِنَّهٗ فِي الْاٰخِرَةِ لَمِنَ الصّٰلِحِيْنَ (عنکبوت - ۲۷)

اور ہم نے اس کو بخشے اسحٰق اور یعقوب اور جاری کیا اس کی نسل میں نبوت اور کتاب کا سلسلہ اور بخشا اس کو اس کا اجر دنیا میں اور آخرت میں وہ نیکوکاروں کے زمرہ میں ہوگا۔

سب سے بڑی چیز جو آدمی کو اس کے قریبی ماحول سے لڑنے میں بزدل بناتی ہے وہ اس کی معاشی مشکل ہے۔ حق کی خاطر محبت کے رابطوں کو کاٹ دینا بھی بڑے دل وجگر کا کام ہے لیکن اگر آدمی ہمت کر کے اس گھاٹی کو پار کر لے تو اس کے بعد اس کو اپنے اُس ماحول سے دامن جھاڑ کے اٹھ جانا کچھ آسان نہیں معلوم ہوتا جس کے معاشی وسائل ہی پر اب تک وہ پلا اور بڑھا ہے اور جس کے دائرہ سے باہر کی ساری دنیا اس کے لیے بالکل اجنبی اور بیگانہ ہے۔ اس وسوسہ کو دور کرنے کے لیے قرآن نے اسی سورہ میں یہ تعلیم دی ہے کہ اللہ کی بندگی کا حق ہر حال ادا ہونا چاہیے اگرچہ اس کے لیے آدمی کو گھر در سب کچھ چھوڑنا پڑے۔ جو لوگ خدا کی بندگی اور اطاعت کے عشق میں بے خانماں ہوں گے خدا کی وسیع زمین ان کے لیے تنگ دامن نہ ثابت ہوگی۔ اگر اس راہ میں ان کو موت آگئی (اور موت سب کو آنی ہے) تو ان کے لیے خدا کی بہشت کی جاودانی نعمتیں اور برکتیں ہیں اور اگر وہ زندہ رہے تو یہ کیوں سوچیں کہ کیا کھائیں گے؟ زمین کا کونسا جاندار ہے جو اپنی روزی اپنے ساتھ باندھے پھرتا ہے لیکن پھر بھی جہاں وہ جاتا ہے خدا اس کو اس کے حصہ کی روزی پہنچاتا ہے تو انسان تو ان جانداروں کے مقابل میں خدا کی نظر میں بدرجہا زیادہ قیمت رکھتا ہے، آخر وہ اسی کو روزی سے کیوں محروم رکھے گا!

يٰعِبَادِيَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنَّ اَرْضِيْ وَاسِعَةٌ فَاِيَّايَ فَاعْبُدُوْنِ. كُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ. ثُمَّ اِلَيْنَا تُرْجَعُوْنَ. وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَنُبَوِّئَنَّهُمْ مِّنَ الْجَنَّةِ غُرَفًا تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا نِعْمَ اَجْرُ الْعٰمِلِيْنَ. الَّذِيْنَ صَبَرُوْا وَعَلٰى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ. وَكَاَيِّنْ مِّنْ دَآبَّةٍ لَّا تَحْمِلُ رِزْقَهَا. اَللّٰهُ يَرْزُقُهَا وَاِيَّاكُمْ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ. وَلَئِنْ سَاَلْتَهُمْ مَّنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَسَخَّرَ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ لَيَقُوْلُنَّ اللّٰهُ. فَاَنّٰى يُؤْفَكُوْنَ. اَللّٰهُ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ وَيَقْدِرُ لَهٗ. اِنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ. (عنکبوت ۵۶-۶۲)

اے میرے وہ بندو جنھوں نے ایمان قبول کیا، میری زمین بڑی کشادہ ہے تو میری ہی بندگی کرو۔ ہر جان کو موت کا مزہ چکھنا ہے، پھر تم کو ہمارے ہی پاس لوٹ کے آنا ہے۔ سو جو ایمان لائے اور جنھوں نے بھلے کام کیے ہم ان کو جنت کے بالا خانوں میں جگہ دیں گے، اس میں ہمیشہ رہیں گے یہ نیک کام کرنے کا کیا ہی عمدہ صلہ ہے! ان کا جنھوں نے ثابت قدمی دکھائی اور اپنے رب پر بھروسہ کرتے رہے! اور زمین میں کتنے جاندار ہیں جن کو دیکھتے ہو کہ اپنی روزی باندھے نہیں پھرتے۔ اللہ ان کو بھی روزی دیتا ہے اور تم کو بھی روزی دیتا ہے اور وہ سننے والا اور جاننے والا ہے۔ اور اگر تم ان سے پوچھو کہ کون ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا اور سورج اور چاند کو نفع رسانی میں سرگرم کیا تو جواب دیں گے اللہ! تو پھر وہ کہاں بھٹک جاتے ہیں۔ اللہ روزی کو کشادہ کرتا ہے جس کے لیے چاہتا ہے اپنے بندوں میں سے اور جس کے لیے چاہتا ہے تنگ کر دیتا ہے بیشک

جو لوگ اپنے قریبی ماحول کی جنگ میں مضبوط اور ثابت قدم نکلتے ہیں اور حق کی خاطر اپنے خونی اور رحمی رشتوں کی کوئی پروا نہیں کرتے وہ قدرتی طور پر ان لوگوں کے اندر اپنے دل کی وابستگی تلاش کرتے ہیں جو اگرچہ خون اور نسب میں ان کے ساتھ اشتراک نہیں رکھتے لیکن فکر و عمل میں ان کے ہم خیال ہوتے ہیں اور انھی کی طرح حق کی خاطر اپنے ماحول سے کشمکش میں مشغول ہوتے ہیں۔ انسان کی ساخت فطری طور پر ایسی ہے کہ وہ تنہا نہیں رہ سکتا اس وجہ سے وہ جب اپنے پچھلے تعلقات کی بساط لپیٹتا ہے تو لازماً نئے تعلقات کو استوار کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ یہ اس کی ایک فطری ضرورت ہے جس کے بغیر اس کی

زندگی کا صحیح ارتقا محال ہے اس وجہ سے اہل حق کی جنگ اپنے قریبی ماحول سے جتنی ہی سخت ہوتی جاتی ہے ان کے آپس کے رابطے اتنے ہی مضبوط و محکم ہونا شروع ہوتے ہیں یہاں تک کہ وقت کی سوسائٹی کے اندر یہ ایک مستقل کنبے اور گھرانے کی حیثیت سے ممیز ہونا شروع ہوتے ہیں اور آہستہ آہستہ اس قدر نمایاں ہو جاتے ہیں کہ ان کا وجود بحیثیت ایک جمعیت کے محسوس ہونے لگتا ہے اور وقت کا نظام ان کے اثر سے متاثر ہونا شروع ہوتا ہے۔

جب داعیان حق اس دور میں پہنچتے ہیں تب وقت کے ارباب اقتدار چوکنے ہوتے ہیں اور انھیں محسوس ہونے لگتا ہے کہ جس چیز کو وہ اب تک صرف چند سر پھرے انسانوں کا وسوسہ اور جنون خیال کرتے رہے ہیں وہ ایک سنجیدہ حقیقت ہے۔ اگر انھوں نے اس کی جلد خبر نہ لی تو اس نظام کی خیر نہیں ہے جس کے علمبردار ہیں اور جس کے دم سے ان کی تمام عزت و عظمت قائم ہے۔ اس خطرہ کو محسوس کرکے وہ دعوت کو دبانے کے لیے کمر باندھتے ہیں اور اندھا دھند ظلم شروع کر دیتے ہیں۔ یہ ظلم چونکہ ارباب اقتدار کا ظلم ہوتا ہے اس وجہ سے اس میں وہ سب کچھ ہوتا ہے جو انسان انسان کو ستانے کے لیے کر سکتا ہے۔ دنیا کی پچھلی تاریخ میں اہل حق اپنے وقت کے ارباب اقتدار کے ہاتھوں آگ میں بھونے گئے، تلواروں سے قیمہ کیے گئے، آروں سے چیرے گئے، درندوں سے نچوائے گئے، تپتی ہوئی ریت پر لٹائے گئے، قید خانوں میں بند کیے گئے، اپنے وطنوں سے نکالے گئے۔ اب اگرچہ دنیا فکر و خیال کی آزادی کو بطور اصول کے تسلیم کرنے لگی ہے لیکن جہاں تک اس دعوت حق کا تعلق ہے، جو زندگی کے سارے شعبوں کو شیطان کی ماتحتی سے نکال کرکے خدا کی اطاعت کے نیچے لانا چاہتی ہے، اس کے علمبرداروں کے لیے آج بھی دنیا کی تاریخ بدلی نہیں ہے۔ ان کو ان تمام حالات سے گذرنے کے لیے تیار رہنا چاہیے جن سے اہل حق کو اس سے پہلے گذرنا پڑا ہے۔

اَمْ حَسِبْتُمْ اَنْ تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ وَلَمَّا يَاْتِكُمْ مَّثَلُ الَّذِيْنَ خَلَوْا مِنْ قَبْلِكُمْ مَسَّتْهُمُ الْبَاْسَآءُ وَالضَّرَّآءُ وَزُلْزِلُوْا حَتّٰى يَقُوْلَ الرَّسُوْلُ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا

کیا تم نے گمان کر رکھا ہے کہ جنت میں پہنچ جاؤ گے حالانکہ ابھی تمھارے سامنے اس طرح کے حالات نہیں آئے جس طرح کے حالات ان لوگوں کو پیش آئے جو تم سے پہلے گذر چکے ہیں۔ ان کو تنگی اور اذیت کے سانحات و احوال سے دوچار ہونا پڑا

مَعَهٗ مَتٰى نَصْرُ اللّٰهِ ۭ اَلَآ اِنَّ نَصْرَ اللّٰهِ قَرِيْبٌ (بقرہ - ۲۱۴)

اور پوری طرح جھنجھوڑے گئے یہاں تک کہ رسول اور وہ سارے لوگ جو اس کے ساتھ ایمان لائے پکار اٹھے کہ اللہ کی مدد کب آئے گی؟ اطمینان رکھو کہ اللہ کی مدد قریب ہے۔

یہ دور اہل حق کے لیے اگرچہ نہایت سخت ہوتا ہے لیکن اس میں اگر وہ پامردی دکھا جاتے ہیں اور وقت کے ارباب کار کے سارے مظالم کے باوجود اپنی دعوت اور اپنے مسلک پر ڈٹے رہ جاتے ہیں تو ان کی اخلاقی قوت کی دھاک ان کے مخالفوں کے دلوں میں بھی بیٹھ جاتی ہے اور ان کی جماعت اور ان کے مسلک کے لیے وقت کے فکر اور نظام میں اتنی گنجائش نکل آتی ہے کہ جو لوگ کبھی اس دعوت کا ذکر بھی سننا گوارا نہیں کرتے تھے وہ اس بات کے لیے تگ و دو شروع کر دیتے ہیں کہ کسی طرح کوئی بیچ کی راہ ایسی نکل آئے جس پر دونوں فریق راضی ہو سکیں اور یہ جھگڑا کسی طرح ختم ہو۔ لیکن اصول کے معاملہ میں سمجھوتے کا کوئی سوال ہی نہیں پیدا ہوتا اس وجہ سے اہل حق مجبور ہوتے ہیں کہ جس طرح انھوں نے ارباب اقتدار کے بے تحاشا ظلم کا مقابلہ کیا اسی طرح ان کی اس باطل خواہش کا بھی مقابلہ کریں اور ان پر ثابت کر دیں کہ جس مسلک کے وہ داعی ہیں اس سے انچ برابر بھی وہ ہٹنے کے لیے تیار نہیں ہیں۔ یہی دور ہے جس میں اہل حق کے لیے یہ ہدایتیں اتری ہیں۔

وَاِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِمْ اٰيَاتُنَا بَيِّنٰتٍ ۙ قَالَ الَّذِيْنَ لَا يَرْجُوْنَ لِقَاۗءَنَا ائْتِ بِقُرْاٰنٍ غَيْرِ هٰذَآ اَوْ بَدِّلْهُ ۭ قُلْ مَا يَكُوْنُ لِيْٓ اَنْ اُبَدِّلَهٗ مِنْ تِلْقَاۗئِ نَفْسِيْ ۚ اِنْ اَتَّبِعُ اِلَّا مَا يُوْحٰٓى اِلَيَّ ۚ اِنِّىْٓ اَخَافُ اِنْ عَصَيْتُ رَبِّيْ عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيْمٍ (یونس - ۱۵)

جب ان کو ہماری کھلی ہوئی آیتیں سنائی جاتی ہیں تو جن کے دلوں میں ہماری ملاقات کی کھٹک نہیں ہے وہ کہتے ہیں اس کے سوا کوئی اور قرآن لاؤ یا کم از کم اس میں کچھ ترمیم کرو۔ کہہ دو مجھے کیا حق ہے کہ میں اس میں اپنی طرف سے کوئی تبدیلی کروں میں تو صرف اس بات کی پیروی کرتا ہوں جو مجھ پر خدا کی طرف سے وحی ہوتی ہے اگر میں اس کی نافرمانی کروں تو میں ایک بڑے دن کے

اہل باطل کی اسی خواہش کی جڑ کاٹ دینے کے لیے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان سے مسلک حق کی از سر نو وضاحت کرا دی گئی تاکہ سمجھوتہ کی توقع کا مکمل خاتمہ ہو جائے۔

يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اِنْ كُنْتُمْ فِيْ شَكٍّ

اے لوگو، اگر تم کو میرے دین کے بارہ میں کوئی شک ہے

مِنْ دِيْنِيْ فَلَآ اَعْبُدُ الَّذِيْنَ تَعْبُدُوْنَ
مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلٰكِنْ اَعْبُدُ اللّٰهَ الَّذِيْ
يَتَوَفّٰىكُمْ وَاُمِرْتُ اَنْ اَكُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ
وَاَنْ اَقِمْ وَجْهَكَ لِلدِّيْنِ حَنِيْفًا وَلَا
تَكُوْنَنَّ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ (یونس - ۱۰۴)

تو سن لو کہ میں ان کی بندگی نہیں کرنے کا جن کو تم خدا کے سوا پوجتے ہو بلکہ میں تو صرف اس اللہ کی بندگی کروں گا جو تم کو موت دیتا ہے اور مجھے یہی حکم ملا ہے کہ میں اہل ایمان میں سے بنوں اور یہ کہ تو اپنے رخ کو یکسو ہو کر دین حق کی طرف پھیرا رہ، اور مشرکوں میں سے مت بن۔

اس طرح کی سمجھوتے کی دعوتیں بسا اوقات اہل حق میں سے بھی بعض لوگوں کو متاثر کر دیتی ہیں اور وہ بھی کسی غلط فہمی کی وجہ سے مصلحت اسی میں سمجھنے لگتے ہیں کہ نرم گرم کچھ سمجھوتہ ہو جائے۔ ان لوگوں کی اس کمزوری کو دور کرنے کے لیے یہ موعظت اتری:

فَاسْتَقِمْ كَمَآ اُمِرْتَ وَمَنْ تَابَ
مَعَكَ وَلَا تَطْغَوْا اِنَّهٗ بِمَا تَعْمَلُوْنَ
بَصِيْرٌ۔ وَلَا تَرْكَنُوْٓا اِلَى الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا
فَتَمَسَّكُمُ النَّارُ وَمَا لَكُمْ مِّنْ دُوْنِ
اللّٰهِ مِنْ اَوْلِيَآءَ ثُمَّ لَا تُنْصَرُوْنَ۔ وَاَقِمِ
الصَّلٰوةَ طَرَفَيِ النَّهَارِ وَزُلَفًا مِّنَ
الَّيْلِ اِنَّ الْحَسَنٰتِ يُذْهِبْنَ السَّيِّاٰتِ
ذٰلِكَ ذِكْرٰى لِلذّٰكِرِيْنَ۔ وَاصْبِرْ فَاِنَّ
اللّٰهَ لَا يُضِيْعُ اَجْرَ الْمُحْسِنِيْنَ (ہود ۱۱۲-۱۱۵)

جس طرح تجھے حکم ملا ہے اسی طرح ڈٹا رہ۔ اور وہ لوگ بھی جنھوں نے تیرے ساتھ توبہ کی ہے۔ اور راہ حق سے انحراف نہ ہونے پائے۔ بے شک وہ جو کچھ تم کرتے رہے ہو، اس کو وہ دیکھنے والا ہے۔ اور ان لوگوں کی طرف نہ جھکو جنھوں نے ظلم کیا ہے کہ تمھیں بھی جہنم کی آگ پکڑے، اور اللہ کے سوا تمھارے لیے کوئی کارساز نہیں۔ پھر تمھاری کوئی مدد نہیں کی جائے گی۔ اور نماز کو قائم کرو دن کے دونوں حصوں میں اور رات کے کچھ حصے میں۔ بیشک نیکیاں برائیوں کو دور کرتی ہیں۔ یہ یاددہانی ہے یاددہانی حاصل کرنے والوں کے لیے اور ثابت قدم رہ کہ اللہ نیکوکاروں کے اجر کو ضائع نہیں کرتا۔

جب اہل حق اس دور سے بھی کامیابی سے گذر جاتے ہیں اور مخالفین کے خوف اور ان کی دعوت مصالحت سے متاثر ہو کر دعوت میں کسی کمی بیشی اور ترمیم و تغیر پر راضی نہیں ہوتے بلکہ اپنی پوری دعوت کو بغیر کسی ترمیم کے پوری بے خوفی کے ساتھ جاری رکھتے ہیں تو ارباب اقتدار ان کو شکست دینے کے لیے ایک نئی چال چلتے ہیں۔ اب وہ کوشش کرتے ہیں کہ کسی طرح دعوت کے لیڈروں کو طمع کے دام میں شکار کریں۔ اس کے لیے

وہ داعیوں کے سامنے وہ سب کچھ پوری فراخدلی کے ساتھ پیش کرتے ہیں جو اس دنیا میں چاہی جا سکتی ہیں ــ زیادہ سے زیادہ دولت، معزز سے معزز گھرانے میں شادی، عزت و پیشوائی کا منصب ــ اور اس کا معاوضہ صرف یہ مانگتے ہیں کہ داعی کسی طرح اس دعوت میں کچھ ترمیم کرنے پر راضی ہو جائے جس نے ان کا چین اور اطمینان غارت کر رکھا ہے۔ یہ خوبصورت بلا پچھلی تمام خوفناک بلاؤں سے بھی اہل حق کے لیے زیادہ سخت ہوتی ہے۔ چنانچہ امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کو فتنۂ خلق قرآن کے سلسلہ میں خلیفۂ وقت کی طرف سے جب بے تحاشا کوڑے مارے گئے تو انھوں نے ان کوڑوں کی کوئی پروا نہ کی۔ جن کوڑوں کا ذکر کتابوں میں اس طرح آتا ہے کہ اگر اتنے کوڑے کسی ہاتھی کے بھی مارے جاتے تو وہ چیخ اٹھتا ان کوڑوں کی بارش پر امام کی زبان سے اف بھی نہ نکلا۔ لیکن جب اس کے بعد خلیفۂ وقت نے امام کی عزیمت سے شکست کھا کر پینترا بدلا اور کوڑوں کی جگہ ان پر انعام و اکرام کی بارش شروع کی تو وہ چیخ اٹھے کہ "خدا کی قسم یہ انعام و اکرام مجھ پر کوڑوں سے بھی سخت ہے۔" دعوتِ حق کے لیے یہ دور بڑی ہی آزمائش کا دور ہوتا ہے۔ کراہتِ موت کے فتنہ سے حبِ دنیا کا فتنہ بدرجہا زیادہ سخت و شدید ہے۔ بڑے بڑے اربابِ عزیمت جو لوہے کی زنجیروں کو اپنی ایک ہی جنبش میں ٹکڑے ٹکڑے کر دیتے ہیں چاندی اور سونے کی زنجیروں کو خود شوق سے زیور کی طرح پہن لیتے ہیں اور پھر کبھی ان سے آزاد ہونے کی ہمت نہیں کرتے۔ خوف کا بھوت جن لوگوں کو مرعوب کرنے سے عاجز رہتا ہے ان کو طمع کا شیطان اس آسانی سے پچھاڑ لیتا ہے کہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ پہلے ہی سے ہمت ہارے بیٹھے تھے۔ اس دور کی آزمائشوں کے لیے دعوتِ حق کی تاریخ میں بہترین اسوہ خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا اسوہ ہے۔ قریش نے سخت سے سخت مصیبتوں میں آپ کو اور آپ کے ساتھیوں کو ڈال کر جب دیکھ لیا کہ یہ اپنی دعوت سے نہ باز آنے والے ہیں اور نہ اس میں کسی ادنیٰ ترمیم پر راضی ہیں تو آپ کے پاس جا کر درخواست کی کہ آپ کیا چاہتے ہیں؟ کیا مال و دولت؟ اگر اس چیز کی خواہش ہے تو ہم اس کی زیادہ سے زیادہ مقدار پیش کرنے کو تیار ہیں۔ کیا کسی معزز گھرانے میں شادی؟ اگر اس کا ارمان ہے تو ہم میں سے ہر ایک اس بات کے لیے بھی تیار ہے کہ آپ کی یہ خواہش بھی پوری کی جائے گی۔ کیا قوم کی افسری اور سرداری؟ اگر آپ اس کا شوق رکھتے ہیں تو ہم یہ جگہ بھی آپ کے لیے خالی کیے دیتے ہیں۔ لیکن خدارا آپ اپنی اس دعوت کو بند کیجیے اور باپ دادا کے دین کو بدسلفی

کوشش نہ کیجیے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی ان ساری ترغیبات کے جواب میں ایک حرف بھی نہیں فرمایا بلکہ قرآن شریف کی چند آیتیں ان کو پڑھ کر سنائیں جن میں انہی مقاصد کا نہایت مؤثر الفاظ میں اعادہ تھا جن کی دعوت کے لیے آپ قریش کے ہاتھوں یہ سب کچھ جھیل رہے تھے۔ قریش آپ کا یہ جواب سن کر آپ سے مایوس ہو گئے۔

اس منزل سے بھی داعیان حق جب بخیریت گذر جاتے ہیں تو ایک طرف تو دعوت حق تبلیغ اور اتمام حجت کی آخری حد کو پہنچ جاتی ہے یہاں تک کہ جن کے اندر کچھ بھی اخلاقی رمق باقی ہوتی ہے وہ یا تو علانیہ حق کا اظہار کر کے اہل حق کے ساتھ شامل ہو جاتے ہیں یا کم از کم دل سے اس حق کا اقرار کر لیتے ہیں اور اس کے اظہار کے لیے کسی سازگار ساعت کا انتظار کرتے ہیں۔ دوسری طرف دعوت کے مخالفین دعوت کو دبانے کی تمام کوششوں سے مایوس ہو کر اس کو یکقلم ختم کر دینے کا آخری فیصلہ کر لیتے ہیں اور تمام نتائج سے بے پروا ہو کر داعی اور دعوت سب کو کچل ڈالنا چاہتے ہیں۔ یہی وہ موقع ہے جب حضرت ابراہیم علیہ السلام کو آگ میں ڈالا گیا، حضرت موسیٰ علیہ السلام کے قتل کا فیصلہ کیا گیا، حضرت مسیح علیہ السلام کو سولی پر چڑھانے کی کوشش کی گئی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق قریش کے تمام ارباب حل وعقد نے دار الندوہ میں جمع ہو کر مختلف قسم کی تجویزیں پیش کیں، کسی نے کہا آپ کو پابہ زنجیر کر کے کسی مکان میں بند کر دیا جائے، کسی نے رائے دی کہ آپ کو ملک سے نکال دیا جائے، بالآخر ابوجہل کی اس تجویز پر سب کا اتفاق ہوا کہ قریش کے ہر خاندان کا ایک ایک آدمی آمادہ ہو اور سب مل کر ایک ساتھ آپ کو تلوار مار دیں تاکہ آل ہاشم آپ کے قتل کا بدلہ نہ لے سکیں۔

جب معاملہ اس حد کو پہنچ جاتا ہے کہ داعیان حق کے لیے اپنی قوم کے اندر اپنی جان کی حفاظت ناممکن ہو جاتی ہے تب دعوت حق برأت اور ہجرت کے مرحلہ میں داخل ہو جاتی ہے۔

(باقی)